# TQ-Lesson 201 Surah Qassass Ayat 22-43 tafseer3

اللہ رب العزت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو **فَذَٰنِكَ بُرْهَٰنَانِ** دو روشن معجزے (ایک ہے عصا اور دوسرا ہے چمکتا ہوا ہاتھ) یہ دو روشن دلیلیں، عطا کرنے کے بعد فرعون اور اس کے سرداروں کے دربار میں بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ وہ فاسق ہے نافرمان ہے تو آپ اس کو جا کر اللہ کی طرف بلائیے اللہ کا پیغام دیجئے اور ساتھ ہی آپ کو خوف سے نکلنے کا طریقہ بھی بتاتے ہیں۔ کیا طریقہ بتایا؟ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کوئی لاؤ لشکر ، کوئی مادی سازوسامان تو تھا نہیں اب ایک ظالم بادشاہ کے دربار میں جا رہے ہیں دعوت دینے کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ عمل بھی بتایا کہ جب کبھی خوف محسوس کرو تو اپنا سیدھا بازو اپنے ساتھ لگا کر سکیڑ لو تو خوف سے محفوظ ہو جاؤ گے اب حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ کا یہ پیغام سنتے ہیں, اللہ کا حکم سنتے ہیں اس کے بعد وہ کچھ خدشات پیش کرتے ہیں اللہ رب العزت سے کچھ التجا کرتے ہیں اور وہ التجا کیا ہے وہ خدشات کیا ہیں؟ پہلی بات کہتے ہیں

**آیت نمبر 33۔ قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ**
**ترجمہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا "میرے آقا، میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں، ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے**

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب **إِنِّي قَتَلْتُ** بے شک میں نے قتل کر دیا، میں نے مار دیا ہے **مِنْهُمْ** ان میں سے، کن میں سے؟ فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں میں سے۔ اور وہ کون تھے؟ قبطی تھے قبطیوں میں سے ایک شخص کو مار دیا ہے **نَفْسًا** کا ذکر آرہا ہے کیا پتہ چلتا ہے ایک فرد قتل کر دیا **فَأَخَافُ** پس مجھے خوف محسوس ہوتا ہے، پس میں ڈرتا ہوں **أَنْ يَقْتُلُونِ** کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے یہاں پہ **يَقْتُلُونِی** تھا (ی) حَرْفِ علت گِر چکا ہے کہ وہ مجھے کہیں قتل ہی نہ کر ڈالیں اب آپ دیکھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بتا رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خود ہی پتہ تھی یہ بات اب دوسرا وہ خدشہ کیا ظاہر کرتے ہیں

**آیت نمبر 34۔ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ۖ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ**
**ترجمہ۔ اور میرا بھائی ہارون علیہ السلام مجھ سے زیادہ زبان آور ہے، اسے میرے ساتھ مدد گار کے طور پر بھیج تاکہ وہ میری تائید کرے، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے"**

**وَأَخِي هَارُونُ** اور میرا بھائی ہارون **هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي** وہ زیادہ فصاحت والا ہے مجھ سے **لِسَانًا** زبان میں **فَأَرْسِلْهُ** بس بھیج دے اُس کو **مَعِيَ** میرے ساتھ **رِدْءًا** مددگار کے طور پر **يُصَدِّقُنِي** تاکہ وہ میری تصدیق کرے ،تائید کرے یہاں پہ **يُصَدِّقُنی** جو ہے **يُعَيِّدُنی** کے معنی میں ہے تائید کرنا، تاکہ وہ میری تائید کرے **إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ** مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا نہ دیں، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے تو آیت نمبر 34 میں خدشہ بھی ہے اور التجا بھی ہے التجا کیا ہے؟ کہ اپنے بھائی ہارون کو **رِدْءًا** کے طور پر مانگتے ہیں ،مددگار کے طور پر مانگتے ہیں تو اس آیت میں آپ دیکھیں کہ پتہ کیا چل رہا ہے کہ **أَخِي هَارُونُ** میرا بھائی ہارون اور آپ کو پتہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے دو تین سال کچھ بڑے تھے اور دوسری بات کیا ہے **هُوَ أَفْصَحُ**

**مِنِّي** کہ وہ مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہے اور قرآن مجید کی اس آیت سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں حضرت ہارون علیہ السلام فصیح اللسان تھے اور **أَفْصَحُ** ویسے بھی آپ دیکھیں کیا ہے تفضیل کا صیغہ ہے کہ بہت زیادہ زبان آور **( ف ص ح )** **فصحٌ** اس کے معنی ہوتے ہیں دودھ سے ملائی، بالائی وغیرہ اوپر جو آجاتی ہے اس کو چھان دینا ،ہٹا دینا اسی طرح زبان کے اندر جو غیر ضروری باتیں ہوتی ہیں ان کو نکال دینا تو **فصحٌ** زیادہ فصیح، زیادہ اچھی باتیں کرنے والا، زیادہ اچھے طریقے سے پیغام پہنچانے والا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو عظیم ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ جائیں فرعون کے دربار میں جا کر توحید کا پیغام دیں اس کو سرکشی سے روکیں آپ محسوس کرتے تھے کہ آپ کے اندر قوتِ بیان کی کمی ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست بھی کی کہ میرے بھائی کو میرا اس کام میں مددگار بنا دیں تو ہمیں پھر کیا بات پتہ چلتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں حضرت ہارون علیہ السلام زیادہ اچھے طریقے سے بات کر سکتے تھے گو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اچھے طریقے سے بات کر سکتے تھے لیکن اصل بات کیا ہے کہ جیسے آپ نے پیچھے بھی پڑھی ہے یہ دعا **ربِّ اشْرَحْ لي صَدري و يَسِّرْ لى أمرى و احْلل عُقدةً مِنْ لساني يَفقَهوا قَوْلى (25'26'27'28-** سورت طٰہٰ**)** میری زبان کو کھول دے، زبان کی جو گرہ ہے اس کو کھول دے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ بہرحال کچھ کمی تو تھی اور اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زبان کی گرہ کو کھولنے کی دعا مانگی جوں ہی نبی بنایا گیا نبی بنتے ہی دعا مانگی ہے وہ یہ چاہتے تھے کہ میری یہ جو کمی ہے اس میں حضرت ہارون علیہ السلام اپنی فصاحتِ لسانی کے ذریعے مجھے تقویت دیں، میری تائید کریں **هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا** اور ایسا ہوتا ہے کہ آپ کسی کے پاس جا رہے ہیں اور آپ کے اوپر اسکا رعب دبدبہ ہے یا وہ شخص بڑا طاقتور ہے یا بہت ہی اس کے پاس اثر ورسوخ ہے یا بڑا ہے معاشرے میں اس کی ایک عزت اور مرتبہ ہے تو آپ بھی بعض وقت ایسا چاہتی ہیں کہ چلو دو تین لوگ مل کر جائیں گے میں بات کروں گی پھر تم بھی بات کرنا تم میری مدد کرنا تو ہم کیا کرتے ہیں کہ اپنا مدعا، اپنی بات ہم دو چار لوگ مل کے، دو تین دوست مل کے اس کو بیان کرنا چاہتے ہیں اسی طرح بعض وقت بچے والدین کے پاس جاتے ہیں بات کرنے کے لئے کوئی بھی مطالبہ بچوں نے رکھنا ہے تو بچے کیا کرتے ہیں کہتے ہیں چلو مل کر چلتے ہیں اور بھائی جان آپ بھی بولئے گا بھائی جان کہتے ہیں چھوٹی بہن کو آپ بولئے گا تمہاری بات زیادہ ابا جان مان لیں گے تو بعض وقت کیا ہوتا ہے کہ اپنے سے بڑے یا عزت مقام والے لوگوں کے پاس جاتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ہمارے ساتھ اور مل کر وہ بات کرے تو اب یہاں پر بھی یہ فطری سی بات ہے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ بات کہتے ہیں اور کہتے ہیں **فَأَرْسِلْهُ** پس اس کر بھیج دے میرے ساتھ **"ہ"** کی ضمیر آئی ہے حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے۔ **مَعِيَ** میرے ساتھ **رِدْءًا** اور **رِدْءًا** کے معنی ہوتے ہیں مددگار، مدد دینے والا یہ صفت مشبہ ہے اور میرے بھائی کو میرے لئے مددگار بنا دیجیے **يُصَدِّقُنِیۡ** تاکہ وہ میری تصدیق کرے **يُعَيِّدُونِی** کے معنی میں ہے اور **رِدْءًا** کہتے ہیں ایسے مددگار کو کہتے ہیں جو مدد بھی کرے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ تابع بھی ہو، کہنا مانے، واقعی مدد کرنے والا ہو دوسری بات یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ یہاں یہ **رِدْءًا** مددگار کے طور پر آیا ہے پہلے آپ نے **وزیرًا** کا لفظ بھی پڑھا ہے گویا کہ جو وزیر ہوتا ہے وہ **رِدْءًا** ہوتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت سے التجا کرتے ہیں، یہ درخواست کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے بھائی بھائی پر احسانات تو کرتے ہی ہیں لیکن جیسا احسان حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی پر کیا ہے دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ کیا احسان کیا؟ کہ مانگ کر ان کو بھی پیغمبری دلوا دی، نبی بنوا دیا تو اصل بات کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی اور ان کی سفارش پر حضرت ہارون علیہ

السلام کو بھی نبوت سے سرفراز کر کے ان کا ساتھی بنا دیا تو یہ ہے احسان اور بہت سے احسانات انسان کرتا ہے دنیا میں لیکن وہ دنیا کے لحاظ سے ہوتے ہیں کسی کو آپ گاڑی لے دیتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ گھر لے دیتے ہیں وہ بھی کون سا بھائی ہے جو اب لے کے دیتا ہوگا بےشک اپنے ایک کی بجائے چار اور بنا لیں اور بھائی جھونپڑی میں رہ رہا ہو، غربت میں ،پریشان حالی میں تو کوئی اتنا پوچھتا نہیں ہے لیکن بہرحال پھر بھی کچھ زندہ دل کچھ سخی کچھ اللہ سے ڈرنے والے ایسے بھائی آج بھی موجود ہیں جو اپنے بہن بھائیوں سے ،رشتہ داروں سے بہت حسن سلوک کرتے ہیں لیکن جتنا بھی کر لیں جتنا بھی بہن بھائیوں کا کر لیں لیکن وہ اگر دنیا کے لئے کر رہے ہیں تو آنکھ بند ہوتے ہی سب ختم ہے کام کیا آئے گا جو آخرت کے لئے ہوگا جس کا تعلق روح سے ہو دین سے ہو عقیدے سے ہو اسلام سے ہو اللہ کی بندگی سے ہو تو جتنے بھی احسانات دنیا میں بھائیوں نے بھائیوں پر کئے ہیں ان میں سب سے بڑا احسان حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی پر کیا ہے اور اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اب آپ دیکھیں کہ دوسری التجا ہے اور پھر تیسرا خدشہ ہے **إِنِّیٓ أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ** مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے تو کون لوگ جھٹلائیں گے؟ فرعون اور اس کے درباری مجھے جھٹلائیں گے تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے سامنے تین باتیں رکھی ہیں ایک قتل خطا والی بات دوسری زبان میں جو گرہ والی بات اور تیسری یہ کہ وہ لوگ مجھے جھٹلا دیں گے زبان میں گرہ کے ساتھ ہی حضرت ہارون علیہ السلام والی بات بھی آ جاتی ہے اللہ تعالیٰ بھی تین جواب دیتے ہیں اللہ تعالیٰ تسلی دیتے ہیں اور کہتے ہیں

**آیت نمبر 35۔ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ بِآيَاتِنَا أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ**

**ترجمہ۔ فرمایا "ہم تیرے بھائی کے ذریعہ سے تیرا ہاتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو ایسی سطوت بخشیں گے کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے ہماری نشانیوں کے زور سے غلبہ تمہارا اور تمہارے پیرووں کا ہی ہو گا"**

**قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ** عنقریب ہم مضبوط کریں گے اور آپ کو پتہ ہی ہے کہ **اشد** کا لفظ استعمال ہوتا ہے کس لئے؟ مضبوطی کے لئے، شدت کے لئے پیچھے بھی آپ نے پڑھا جوانی کا عین وقت **اَشُدْ** جب انسان کی جسمانی ذہنی صلاحیتیں ،علمی صلاحیتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ جیسے شدت ہوتی ہے کسی چیز میں جیسے آج کل سردی کے موسم میں باہر آج کا دن کیسا دن ہے کہ باہر ہوا بھی ہے اور برف بھی ہے اور برف کتنی انچ پڑ چکی ہے اور کتنی پڑنے والی ہے 20 سنٹی میٹر تک آپ دیکھیں اور کافی پڑ چکی ہے تو کیا ہے شدید۔ کبھی گرمی میں بھی بھی بڑا شدید موسم ہوتا ہے لگتا ہے کہ سورج نیچے ہی آگیا ہے اور اسی طرح کبھی غصے میں بھی بڑی شدت ہوتی ہے لگتا ہے کہ گھر کے اندر کوئی طوفان آگیا ہے ہوتا ہے نا مزاجوں میں بھی شدت آجاتی ہے طوفان آ جاتا ہے تو بہرحال اللہ رب العزت کیا کہتے ہیں **سَنَشُدُّ** ہم مضبوط کر دیں گے **"سَ"** کس لئے آیا ہے ؟ عنقریب، جلدی ہم مضبوط کریں گے **عَضُدَكَ** تیرا بازو **(ع ض د )** یہ لفظ یہاں پر آیا ہے اور اس کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ کہنی سے لے کر کندھے تک کا حصہ اس کو کہتے ہیں۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ **عَضُدَ** تو بازو مراد ہے اور اسی سے پھر بازو کی مضبوطی مراد ہے جیسے چھوٹے چھوٹے بچوں کے بھی اپنے باریک سے پتلے سے بازو ہوتے ہیں لیکن ایسے ایسے اپنی سانس روک کر اور پٹھے کو پھلا پھلا کر دکھاتے ہیں دیکھیں ہمارے عضلات،پٹھے کتنے مضبوط ہیں تو بازو بھی دکھایا جاتا ہے مضبوطی کے لئے آپ کہتے ہیں

میں نے اس کو اپنا بازو دے دیا تو بازو قوت، طاقت ،مضبوطی، ساتھ دینے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے وہ میرا بازو ہے ہم اس کے دستِ و بازو بن گئے ٹھیک ہے؟ تو یہاں پر اس کے معنی کیا ہیں کہ بازو کی مضبوطی کہ ہم عنقریب تیرے بازو کو مضبوط کر دیں گے **"کَ"** کی ضمیر کس کے لئے آئی ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تیرے بازو کو مضبوط کیسے کریں گے؟ **بِأَخِيكَ** کا تیرے بھائی کے ذریعے اور **اخی** سے مراد ہے حضرت ہارون علیہ السلام تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول کر لی اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے؟ آپ غور کریں آپ اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کریں میرے اندر بھی بہت سے کمیاں ہیں آپ کے اندر بھی بہت سے کمیاں ہیں دنیا کی زندگی میں رہتے ہوئے ہمیں بہت سے مسائل کا سامنا ہے بڑی آزمائشیں ہیں لیکن مانگیں جیسے مانگنے کا حق ہے اور اس یقین کے ساتھ مانگیں کہ میرا اللہ میری دعاؤں کو قبول کرے گا میری التجاؤں کو قبول کرے گا آپ دیکھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتنے کتنے مشکل وقت پڑے ہیں دنیا میں آنے سے پہلے ہی قتل ہونے جا رہے تھے ، سمندر میں پھینک دیئے گئے نکال کر دشمن کے محل اور دشمن کے بستر اور اس کی ساری شان و شوکت پر اللہ تعالیٰ نے لا کر ان کو ڈال دیا کہ تم کیوں ڈرتے ہو پھر اس کے بعد آپ مدین کے سفر میں، دیکھیں قتل خطاء ہو چکا ہے پھر وہاں پہ گئے ہیں کچھ بھی نہیں ہے کیسے اللہ تعالیٰ نے خوبصورت طریقے سے ساری نعمتوں سے ان کو نواز دیا گھر بھی ،نوکری بھی، بی بی بھی، بچے بھی اب پھر آئے ہیں اور گئے تھے دنیا کی آگ لینے اللہ تعالیٰ نے رسالت کی روشنی، رسالت کے نور سے نواز دیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں جاؤ اور فرعون کے دربار میں جاؤ وہاں پہ قتل خطاء کا مقدمہ دائر ہے لیکن وہ تو خطاء نہیں مانتے تھے ان کے ہاں تو **عمدًا** ہی تھا اور اب پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ نہیں کہتے میں نہیں جاؤں گا آپ کا استاد آپ سے کچھ کہتا ہے آپ کہتے ہیں ہم نہیں کریں گے ہم نہیں کر سکتے ہم کیسے کریں آپ کے والدین کچھ کہتے ہیں ہم کہتے ہیں نہیں نہیں ہو ہی نہیں سکتا یعنی بچے والدین سے کیسے بات کرتے ہیں طالبعلم استاد سے کیسے کرتے ہیں ہم بعض اوقات اپنے شوہروں سے کیسے بات کرتی ہیں ہم کہتے ہیں نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا اتنے لوگوں کی دعوت آپ کا کام ہے ہر وقت مہمانوں کو بلاتے رہنا یہ نہیں ہو سکتا تو کیا بات پتہ چلتی ہے کہ ایسے موقع پر طالبعلموں کو اپنے مسائل استاد کے سامنے رکھنے چاہئے کہ میرے یہ مسائل ہیں یہ ہماری کچھ التجائیں بھی ہیں اسی طرح بچوں کو بھی والدین کے سامنے رکھنے چاہئے بیوی کو بھی شوہر کے سامنے رکھنے چاہئے کہ میں کرنا تو چاہتی ہوں اصل میں گھر میں یہ چیزیں موجود نہیں ہیں میری تھوڑی سی صحت کا مسئلہ ہے رات کو میں سو نہیں سکی کوئی بھی بات ہے لیکن نہ نہیں کرنی چاہئے مشورہ کرنا چاہئے اپنے مسائل بتانے چاہئے تو یہاں پہ ہمیں یہ بات پتہ چلتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ رب العزت سے تعلق بڑا خوبصورت ہے بہت قریبی ہے، بہت پیارا ہے، بہت اچھا ہے اور جب دلوں سے فریادیں نکلتی ہیں تو "افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر" **قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ** اللہ رب العزت فرماتے ہیں اے حضرت موسیٰ ہم تیرے بھائی کے ذریعے تیرا ہاتھ مضبوط کر دیں گے صرف اتنا ہی نہیں فرماتے بلکہ دوسری بات کہتے ہیں **وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا** ۚ اور ہم بنا دیں گے تم دونوں کے لئے **سُلْطَانًا** ہم تم دونوں کو سلطان عطا کر دیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اور ہارون علیہ السلام کو بھی **لَكُمَا** کی ضمیر دونوں کے لئے آئی ہے اور سلطان سے مراد کیا ہے غلبہ دبدبہ اور شخصی ہیبت اور آپ دیکھ لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شخصی ہیبت عطا کی تھی فرعون آپ کے اوپر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں کر پاتا تھا بلکہ نہ صرف آپ پر اس کے ساتھ ساتھ کیا تھا کہ آپ جب بات کرتے تھے آپ جب پیغام دیتے تھے تو فرعون مرعوب ہو جاتا تھا جیسے آپ دیکھیں کہ جادوگروں کو تو اس نے سب کو مروا دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہ

مرعوب ہو گیا ورنہ اس کے دربار میں آ کے کوئی بات کرتا تھا اور اس کے بعد وہ اس کو چھوڑتا نہیں تھا تو یہاں پہ اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کو سلطان عطا کریں گے دبدبہ بھی، غلبہ بھی سارا کچھ عطا کریں گے اور شخصی ہیبت بھی **فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا** ۚ اور وہ تم دونوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے فرعون اور اس کے ساتھی **وَصَلَ ،يَصِلُونَ** ۚ کا مطلب ہوتا ہے قربت حاصل کرنا، پاس پہنچ جانا، جیسے کسی کو پکڑ لینا تو وہ آپ کو پکڑ نہیں سکیں گے تیسری بات کہی **بِآيَاتِنَا** ہماری نشانیوں کے ذریعے **أَنْتُمَا** تم دونوں۔ پیچھے **كُمَا** آیا ہے یہاں پہ **أَنْتُمَا** آیا ہے **كَ، كُمَا كُم كِ، كُما، كُنَّ انتَ اَنتُمَا اَنْتُم** آپ ضمیریں شروع میں یاد کر چکے ہیں تو وہاں پر کیا ہے **كُمَا** اب یہاں پر کیا ہے **أَنْتُمَا** کہ ہماری آیات کے ذریعے اور آیات سے مراد کیا ہے نشانیاں وہ معجزات جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیے تھے تو اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ ہماری نشانیوں کے ذریعے تمہیں ایک سلطانی غلبہ دبدبہ ملا رہے گا **وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا** اور جو کوئی پیروی کرے تم دونوں کی اور تمہارے جو پیروکار ہیں تم دونوں کے ان کے لئے کیا ہے **الْغَالِبُونَ** وہ بھی غلبہ حاصل کریں گے ان کو بھی فتح ملے گی تو یہاں پر اللہ رب العزت اعلان کر رہے ہیں کہ صرف تم دونوں کو نہیں بلکہ تمہارے پیروکار کو بھی ہم فتح دیں گے ان کو بھی ہم کامیاب کریں گے تو آپ دیکھ لیجیے کہ کتنے خوبصورت انداز میں اللہ رب العزت اعلان کر رہے ہیں کہ اے حضرت موسیٰ آپ اور ہارون دونوں اس بات کا یقین رکھیں کہ فرعون کے دربار میں آپ دونوں جب جائیں گے وہ آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے وہ آپ کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ ہوگا کیا فتح تمہاری ہوگی اور تمہارے پیروکاروں کی بھی کہ اگر وہ تمہاری پیروی کریں گے اطاعت کریں گے تو اصل چیز کیا ہے عمل کرنا اگر وہ عمل کریں گے تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنے خدشات اپنی التجائیں پیش کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی امن کی یقین دہانی ہے اور ہارون علیہ السلام کو نبوت ملنے کا اعلان بھی ہے

**آیت نمبر 36۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ**

**ترجمہ۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن لوگوں کے پاس ہماری کھُلی کھُلی نشانیاں لے کر پہنچے تو انہوں نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر بناوٹی جادوگر اور یہ باتیں تو ہم نے اپنے باپ دادا کے زمانے میں کبھی سُنیں ہی نہیں**

**فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ** پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے **بِآيَاتِنَا** ہماری نشانیاں لے کر **بَيِّنَاتٍ** کھُلی کھُلی تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کھلے ہوئے معجزے لے کر ہماری نشانیاں لے کر جب وہ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس گئے **قَالُوا** تو انہوں نے کہا **مَا هَٰذَا** نہیں ہے یہ **إِلَّا** مَگر **سِحْرٌ مُفْتَرًى** مگر یہ ہے بناوٹی جادو یہاں پہ **سِحْرٌ مُفْتَرًى** استعمال کیا گیا ہے اور **سِحْرٌ مُفْتَرًى** کے معنی کیا ہوتے ہیں **سِحْرٌ** تو آپ کو پتہ ہے یہ جادو کو کہتے ہیں اور **مُفْتَرًى** گھڑی ہوئی چیز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو جھوٹ کے معنی میں بھی ہے گویا کہ یہ لاٹھی کا سانپ بن جانا ہے اور ہاتھ جو چمک جاتا ہے یہ **نفسِ شئے** میں کوئی حقیقی تبدیلی نہیں ہے بلکہ بس یہ ایسے ہی ایک گھڑی ہوئی بات ہے نمائشی دکھاوا سا ہے نمائشی کرتب ہے یہ شخص ہمیں دھوکہ دے رہا ہے یہ کہہ کر کہ یہ معجزہ ہے۔ تو کیا ہے یہ جھوٹ ہے یہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے دوسرے معنی جو ہیں **مُفْتَرًى** کے کہتے ہیں کہ بناوٹ کے بھی ہیں کبھی یہ ہوتا ہے نا کہ جیسے بناوٹ کے ذریعے کسی کو دھوکہ دیا جاتا ہے تو مفسرین کیا کہتے ہیں کہ فرعون نے کہا کہ یہ شخص کسی کرتب سے ایک ایسی چیز بنا لایا ہے دیکھنے میں لاٹھی معلوم ہوتی ہے مگر جب پھینک دیتا ہے تو سانپ نظر آتی ہے اور اپنے ہاتھ میں جب

لیتا ہے گویا کہ اس نے اپنے ہاتھ پر کوئی ایسی چیز مل لی ہے کہ اس کی بغل سے نکلنے کے بعد وہ بھی چمکنے لگتا ہے اس کے کیا معنی ہیں بناوٹ ایسے ہی بس بناوٹی چیز تو یا اس کے معنی جھوٹ کے ہیں یا پھر بناوٹی جادو کے ہیں **إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرًى** تو یہ کیا ہے؟ یہ ایک گھڑا گھڑایا ہوا جادو ہے اور یہ باتیں تو ہم نے سنی نہیں **وَمَا سَمِعْنَا** ہم نے تو نہیں سنی **بِهَٰذَا** ایسی باتیں **فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ** اپنے آباؤاجداد سے باپ دادا سے اور وہ بھی کون **الْأَوَّلِينَ** اول کی جمع ہے تو جو ہمارے باپ دادا پہلے زمانے کے تھے اس کے معنی کیا ہیں؟ کہ وہ لوگ جو ہمارے باپ دادا تھے وہ گزر چکے انھوں نے تو ایسی باتیں کبھی کی ہی نہیں اب آپ دیکھیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مکہ کو جب دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ کائنات کا ایک رب ہے تو انہوں نے بھی بالکل یہی بات کہی تھی کہ یہ بات بالکل نئی ہے کہ ایک اللہ کی بندگی کی جائے یہ بات نہ ہم نے سنی ہےاور نہ ہمارے باپ دادا اس توحید سے واقف تھے تو کیا کہتے تھے **أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ(5** سورت ص) تو یہی بات فرعون اور اس کے ساتھیوں نے کہی

**آیت نمبر 37۔ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ**

**ترجمہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا "میرا رب اُس شخص کے حال سے خوب واقف ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ آخری انجام کس کا اچھا ہونا ہے، حق یہ ہے کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے"**

**وَقَالَ مُوسَىٰ** اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا **رَبِّي أَعْلَمُ** میرا رَب زیادہ جانتا ہے **أَعْلَمُ** یہ بھی اسم تفصیل ہے اور اس کے معنی ہیں صرف یہ نہیں کہ جاننے والا بلکہ زیادہ جاننے والا ہے **بِمَنْ** اُس شخص کو جو **جَاءَ بِالْهُدَىٰ** آیا ہے ساتھ ہدایت کے میرا رَب زیادہ جانتا ہے اُس شخص کے حال کو، اُس شخص کو جو ہدایت کے ساتھ آیا ہے **مِنْ عِنْدِهِ** اُس کی طرف سے یعنی جوشخص آیا ہے اور بھیجا ہے اُس کے رَب نے تو جس نے بھیجا ہے وہ ہی زیادہ جانے گا تو رَب پیغمبر کو، پیغمبر کے عمل کو، پیغمبر کے کردار کو زیادہ جانتا ہے تو آپ دیکھ لیجیے کہ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ بتاتے ہیں کہ میرا رَب خوب جانتا ہے کہ میں ہدایت لے کر آیا ہوں اور ہدایت بھی اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہوں **وَمَن تَكُونُ لَهُۥ عَٰقِبَةُ ٱلدَّارِ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ** اور ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ پیغام دیتے ہیں یہ بات بتاتے ہیں اور بات بڑی خوبصورت ہے اور بڑی اصولی بات ہے **وَمَن تَكُونُ** اور کون شخص ہے **لَهُۥ** اسی کے لئے **عَٰقِبَةُ ٱلدَّارِ** کہ عاقبت کا گھر وہ کس کے لئے ہے یہ بات بھی اللہ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ آخری انجام کس کا اچھا ہونا ہے سمجھ آئی بات کی یہاں پہ **وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ** تو یہ بات پھر یہاں پہ آپ شروع میں رکھ لیں کہ میرا رب زیادہ جانتا ہے **وَمَنْ تَكُونُ** کہ کس کے لئے ہے اور کس کے لئے ہوگا **لَهُ** اس کے لئے **عَٰقِبَةُ ٱلدَّارِ** آخرت کا گھر کس کو ملے گا **مَنْ** (کون ہے) جس کو **تَكُونُ** (ہے) ملے گا **لَهُ** اس کو **عَٰقِبَةُ ٱلدَّارِ** آخرت کا گھر تو دنیا تمہارے پاس ہے نہریں تمہارے لئے اگر بہتی ہیں اور تمہارے پاس سونے چاندی کے محلات ہیں اور اس کی کانیں ہیں اور جنود ہیں تمہارے پاس اور بڑا کچھ ہے تمہارے پاس لیکن یہ بات مت بھولو یہ دنیا میں ہے انجام کیا ہوگا اس دنیا سے جانے کے بعد عاقبت کس کی اچھی ہوگی یہ اللہ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے اور ساتھ ہی کہا **إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ** ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیتے ہیں، فرعون کو بتاتے ہیں کہ فرعون تُو غور تو کر، تُو سوچ تو سہی کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں اللہ کے معجزے لے کر آیا ہوں اور

عجیب حالت ہے تیری اور تیرے ساتھیوں کی کہ **سِحْرٌ مُفْتَرًى** کہہ کے تم اِن معجزوں کا انکار کر رہے ہو اگر تم نے اللّٰہ کی بندگی نہ کی اگر تم نے اللّٰہ کا کہنا نہ مانا تو مت بھولنا( اس بات کو کہ تم اللّٰہ کے ایک پیغمبر کو جادوگر کہہ کے انکار کر رہے ہو) کہ ہر شخص کے کاموں کے انجام کا فیصلہ تو پھر اللّٰہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور یہ بات ایسی یقینی ہے کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پاسکتے اس کا مطلب کیا ہے؟ ایک طرف تم انکار کروگے دنیا میں آج کامیاب نظر آرہے ہو لیکن اللّٰہ کے ہاں فلاح نہیں پاسکتے دوسری طرف اگر میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے اللّٰہ تعالیٰ پر جھوٹا الزام لگا بھی دوں میرا انجام کبھی اچھا نہیں ہو سکتا گویا کہ اگر میں اللّٰہ کی طرف سے سچا رسول ہوں اور تم مجھے جادوگر کہہ کے حیلے بہانوں سے جھٹلاؤگے تمہارا انجام کبھی اچھا نہیں ہوگا **إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ**

**آیت نمبر 38۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ**
**ترجمہ۔ اور فرعون نے کہا "اے اہل دربار میں تو اپنے سوا تمہارے کسی خدا کو نہیں جانتا ہامان، ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لئے ایک اونچی عمارت تو بنوا، شاید کہ اس پر چڑھ کر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھ سکوں، میں تو اسے جھُوٹا سمجھتا ہوں"**

**وَقَالَ فِرْعَوْنُ** اور فرعون نے کہا **يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ** اے درباریوں **مَا عَلِمْتُ** میں نہیں جانتا **لَكُمْ** )تمہارے لئے **مِنْ إِلَٰهٍ** کوئی معبود **غَيْرِي** میرے سوا، مجھ سے ہٹ کر، میں تو اپنے سوا تمہارا کسی کو خدا نہیں جانتا اب آپ دیکھیں کہ مفسرین نے یہاں پر بڑی خوبصورت بات کہی ہے کہ بجائے اس کے کہ فرعون معجزات پر غور کرتا اللّٰہ تعالی کی نشانیوں پر بلکہ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے معمولی آدمی نظر آئے اور کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو دوسرا اس کو معمولی نظر آتا ہے خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو تو اب براہ راست وہ فورا بپھر اٹھتا ہے مذاق کرتا ہے اور مذاق اڑانے کے لئے طرح طرح کی باتیں کرتا ہے اب کیا کہتا ہے **مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِى** یعنی گویا کہ آپ اس بات کا اندازہ کریں کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان مکالمہ ہو رہا تھا اور فرعون کیا کرتا ہے (آپ غور کریں اس طرف ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ کر اپنے درباریوں کو کہتا ہے **لَكُم** ان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اہلِ درباریوں میں اپنے سوا تمہارا کسی کو خدا نہیں جانتا یعنی جیسے ہوتا ہے نا کہ بعض وقت محفل ہے کوئی لوگ بیٹھے ہیں ایک شخص اٹھ کر کوئی بات کرتا ہے اور دوسرا شخص جھوٹا ہے ظالم ہے اور اب اس کو اس کی بات کا جواب ہی نظر نہیں آرہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شخصی ہیبت غلبہ ،سلطان ،معجزات اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منہ پھیر کر یعنی گویا کہ اپنے درباریوں کو مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور بھی خدا ہے **فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ** پس آگ جلاؤ میرے لئے اے ہامان آگ جلا کر کرنا کیا ہے؟ **عَلَى الطِّينِ** تو آگ جلانی ہے مٹی پر، تو مٹی کو پکاؤ اینٹیں بناؤ **فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا** پھر میرے لئے ایک **صَرْحًا** بناؤ اونچی مزین منقش عمارت، محل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ایسا محل بناؤ جوبہت خوبصورت ہو نقش ونگار والا ہو،اونچا سجا دھجا ایسا محل میرے لئے بنا **لَعَلِّي** تاکہ میں، شاید کہ میں **أَطَّلِعُ** مطلع ہو جاؤں شاید کہ مجھے پتہ چل جائے آپ کو پتہ ہی ہے **(ط ل ع )**سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کا مطلب کیا ہے؟ سورج کا نکلنا اور **أَطَّلِعُ** کے معنی کیا ہیں؟ تاکہ میں چڑھ جاؤں تاکہ میں جھانک سکوں ،دیکھ سکوں **إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ** طرف الٰہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے **وَإِنِّي** اور بے شک میں **لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ** میں تو سمجھتا ہوں اس کو جھوٹوں میں سے کاذب کی جمع ہے **الْكَاذِبِينَ** اب آپ دیکھئے کہ یہاں پہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی بات کے جواب میں فرعون کا رویہ دیکھیں اس کا طرزِ عمل دیکھیں اور صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور آپ کی دعوت کا مذاق اڑاتا ہے بلکہ اس کی حقارت کی انتہا ہے، بلکہ بہت زیادہ اس کے اندر ہٹ دھرمی پائی جاتی ہے ساحر تو پہلے کہہ ہی چکا تھا **سِحْرٌ مُفْتَرًى** اب اس کے بعد کہتا ہے مانتا ہی نہیں کہ میرے سوا کوئی اور خدا ہے تو پہلی بات یہ کہ آپ کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنے درباریوں سے مخاطب ہے دوسری بات ہامان ،کہتے ہیں کہ یہ اس کا وزیر اعظم تھا یا یہ وزیر تعمیرات تھا تو جو وزیر اعظم ہوتا ہے اس سے انسان زیادہ کام لیتا ہے یا پھر یہ ہے کہ تعمیرات وغیرہ کا کام کرنے والا ہے تو وزیر تعمیرات کو کیا کہتا ہے کہ مٹی کو آگ میں تپا کر اینٹیں تیار کر کچی مٹی کا محل نہیں چاہئے مضبوط محل چاہئے اور تیسری بات کیا کہتا ہے شاید کہ اس پر چڑھ کر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھ سکوں آپ سوچیں کہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ جو اونچی عمارت بناوگے تو میں آسمان میں جھانک کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللّٰہ کو دیکھ سکوں گا اب آپ دیکھیں کہ یہ کوئی سنجیدہ حکم تو نہیں تھا تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس نے مذاق کرنے کے لئے یہ بات کہی تھی کہ کرو بھئی محل تیار ذرا میں جاکر دیکھوں تو سہی وہ سمجھا ہوا تھا کہ کہیں ایک جگہ پہ اللّٰہ تعالیٰ بیٹھے ہوئے ہیں اور مذاق کرنا چاہ رہا تھا یا پھر یہ کہتے ہیں کہ واقعی اس نے محل تیار کرنے کا حکم دیا کہ محل بنایا جائے میں اوپر جا کر دیکھوں اور آپ اس سے اس بات کا اندازہ لگائیں کہ فرعون اپنے آپ کو کتنا زیادہ بڑا سمجھتا تھا، کیسا حاکم ،کیسا جابر، کیسے اقتدار والا وہ سمجھتا تھا مثلا آپ دیکھیں سورت الزخرف آیت 51 میں آتا ہے ایک دفعہ اس نے اپنے دربار کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا -**يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (51)** اے قوم کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے تحت جاری نہیں ہیں اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار یہ بات کہتا تھا **قَالَ أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَا مُوسَىٰ** (57- سورت طٰہٰ) اے حضرت موسیٰ کیا تو اس لئے آیا کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہماری زمین سے بے دخل کر دے - اسی طرح سورت المؤمن آیت 26 میں آتا ہے کہتا تھا------- **إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ** (26- سورت المؤمن) میں ڈرتا ہوں کہ یہ شخص تم لوگوں کا دین ہی بدل ڈالے گا یا ملک میں فساد برپا کرے گا- تو اب اپنے درباریوں کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے اب آپ دیکھیں کہ جس طرح کی فرعون کی ذہنیت تھی موجودہ زمانے میں بھی ایسی ذہنیت نظر آتی ہے جیسے روس کے اندر کمیونسٹ پائے جاتے ہیں اور دنیا میں بھی بہت سے جگہ پہ پائے جاتے ہیں سوشلسٹ ہیں کمیونسٹ ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے کیا کیا کہ **sputnik** اور **Lonic** یہ انہوں نے چھوڑے اوپر فضاء میں اور پھر کہا کہ ہماری ان گیندوں کو اوپر کہیں خدا نہیں ملا یعنی ہم نے اوپر ان کو فضاء میں کسی بھی سیارے یا کسی بھی چیزوں سے چھوڑا تھا تو کہیں بھی اوپر خدا ہی نظر نہیں آیا تو کوئی خدا ہے ہی نہیں اسی طرح یہ جو فرعون تھا یہ ایک مینار پر چڑھ کر اللّٰہ کو جھانکنا چاہتا تھا تو اتنے ہزار سال پہلے جو گمراہ لوگوں کی ذہنیت تھی وہ آج بھی پائی جاتی ہے اور بعض لوگ پھر کیا سمجھتے ہیں کہ زمین سے چند ہزار فٹ یا چند لاکھ میل اوپر اٹھ کر اگر انہیں کوئی چیز نظر نہیں آتی تو کہتے ہیں کہ خدا کہیں موجود ہی نہیں ہے حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ کہاں پہ ہے ہر جگہ ہے **اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ** (35- سورت النور) اور ساتھ ہی فرعون نے یہ کہا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ جھوٹوں میں سے ہے یعنی گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جھوٹا ہونے کا الزام لگایا

**آیت نمبر 39- وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ**

**ترجمہ۔ اُس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں بغیر کسی حق کے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور سمجھے کہ انہیں کبھی ہماری طرف پلٹنا نہیں ہے**

**وَاسْتَكْبَرَ** اس نے استکبار کیا اس نے کبر کیا تو فرعون نے یہ الزامات لگائے کیوں؟ اس لئے کہ اس نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا، بڑی چیز سمجھنا اب جھوٹے کے تکبر کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ کیسی ہوتی اُس کی حقیقت کیونکہ جو جھوٹا ہوتا ہے وہ کیا کرتا ہے **وَاسْتَكْبَرَ** اور کبر کے معنی کیا ہیں؟ **(الكِبْرُ = بَطَرُ الحَقِّ وغَمْطُ النَّاس)** کہ حق کو جھٹلانا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا تو **وَاسْتَكْبَرَ هُوَ** اور اُس نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا **وَجُنُودُهُ** اور اُس کے لشکر **فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ** بغیر کسی حق کے (یعنی وہ بھی اور اُس کے لشکر جو تھے زمین میں بغیر کسی حق کے )اُنہوں نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا **وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ** یہ بڑی اہم حقیقت ہے اور آج کے دور میں بھی وہ لوگ جن کے عمل بڑے خراب ہیں، جو قاتل ہیں، فاسد ہیں اور مفسد ہیں اور ظالم ہیں بڑے بڑے گناہ اور عمل کرتے ہیں اور شیطانیاں کرتے ہیں اور ویسے ہر گناہ ہی برا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا مرض، اُس کا علاج، اُس کی جڑ بتا رہے ہیں **وَظَنُّوا أَنَّهُمْ** اور آپ کو پتہ ہے **وَظَنُّ** کے بعد جب **أَنَّ** آتا ہے تو کیا معنی دیتا ہے یقین کے معنی دیتا ہے یہ پیچھے آپ سورت البقرہ میں پڑھ چکی ہیں کہ **وَظَنُّ** کے ساتھ **أَنَّ** آ جائے تو یقین کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں ورنہ گمان کے معنی رہتے ہیں **وَظَنُّوا أَنَّهُمْ** اور اُنہوں نے یقین کیا فرعون اور اُس کے جو درباری تھے اور جو اُس کے **وَجُنُودُهُ** لشکری تھے اُن کو یہ گمان نہیں تھا بلکہ یقین تھا کہ اللہ کی طرف وہ لوٹائے نہیں جائیں گے کہ انہیں کبھی ہماری طرف پلٹنا نہیں ہے اس لئے وہ کبر کرتے تھے یہاں پہ یہ بات بتائی جارہی ہے کہ انسان جو اپنے آپ کو خدا سمجھتا ہے یا دوسروں کے حقوق پورے نہیں کرتا زیادتیاں کرتا ہے فرعون بن جاتا ہے اپنی بڑائی کا احساس ہوتا ہے ہٹ دھرمی، انکار ایسی بات نہیں تھی کہ معجزات نہیں پتہ چلے یا دلائل نہیں پتہ چلے تو اصل مرض یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے **وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ** اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ کبھی اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہی نہیں ہے مرنا ہی نہیں ہے کوئی حساب کتاب ہے ہی نہیں اور یہی وجہ ہے جس کی وجہ سے دنیا میں لوگ زیادتیاں کرتے ہیں ظلم کرتے ہیں اور اللہ رب العزت کو مانتے نہیں ہیں تو یہاں پر اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے زمین اس کو دی تھی اس کے تھوڑے سے حصے پر اس کو حکومت ،اقتدار عطا کیا تھا وہ چند دن کا تھا افسوس کہ فرعون اور اس کے لشکریوں کو اور اس کے درباریوں کو کبھی خیال بھی نہ آیا کہ یہ اقتدار چھن بھی سکتا ہے سمندر کی لہروں کے ان کو سپرد بھی کیا جا سکتا ہے اور مرنے کے بعد یہ ہمارے حضور پیش بھی ہوں گے اور ہم ان کے اعمال کی ان سے باز پرس بھی کریں گے اور آج اگر ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں تو جب بھی ہم زیادتیاں کرتے ہیں آپ زیادتیاں کرتی ہیں تو کیوں کرتی ہیں جب موت بھول جاتی ہے جب آخرت بھول جاتی ہے جب محاسبہ بھول جاتا ہے جب پتہ ہوتا ہے محاسبہ ہوگا پوچھا جائے گا پھر انسان بدعملیاں نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ ہر فرعون جیسا کردار رکھنے والا، ہر انکار کرنے والا، ہر کبر رکھنے والا اس بات کو مت بھولے کہ مرنا ہے اور میرے پاس حاضر ہونا ہے

**آیت نمبر 40۔ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ**

**ترجمہ۔ آخر کار ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا اب دیکھ لو کہ ان ظالموں کا کیسا انجام ہوا**

اب پھر اللہ رب العزت بتا رہے ہیں فرعون کا انجام اور اس میں چھ چیزیں بتا رہے ہیں پہلی چیز کیا ہے **فَأَخَذْنَاهُ** آخر کار ہم نے اس کو پکڑ لیا" **فَ**"کے اندر ایک پوری کہانی ہے اس کا انکار، اس کا جھٹلانا، اس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پر ظلم کرنا، ستانا اور اس کا جو رویہ تھا یہاں تک کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے تو ان کا پیچھا کرنا تو اللہ تعالیٰ بس" **فَ**"کہہ کے کہتے ہیں **أَخَذْنَاهُ** پس ہم نے اس کو پکڑ لیا **بطش** کے معنی ہیں جیسے کہ گرفت کر لی اس پر **وَجُنُودَهُ** اور اس کے لشکروں پر تو دوسری بات کیا کہی **فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ** اور پھر ان کو سمندر میں پھینک دیا اب آپ دیکھیں گویا کے فرعون اور اس کے لشکر بڑا رعب و دبدبہ رکھتے تھے بڑا اس کا لاؤ لشکر تھا بڑے فوجی تھے اس کا ساز وسامان، طاقت، تخت، دنیا میں حکومت ان سب کا دماغ خراب ہو چکا تھا اب ہوا کیا ان سب کو اٹھا کر **فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ** پھر ہم نے ان کو **يَمّ** پانی کے ذخیرے کو کہتے ہیں بہت بڑا جب پانی کا کہیں حصہ ہوتا ہے تو اس کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو اللہ رب العزت کہتے ہی ہم نے اٹھا کر ان کو اس پانی کے ذخیرے میں پھینک دیا اب آپ دیکھیں کہ پھینکنے کے لئے بھی اور بھی کوئی لفظ آ سکتا تھا تو یہاں پر جو **نَبَذْ** پھینکنا ہے اس سے مراد کیا ہے؟ کسی چیز کو غیر اہم سمجھ کر پھینکنا **نَبَذَ** کے معنی کیا ہوتے ہیں کسی چیز کو **دَرْخورِ اِعْتِنا**(مناسب ) نہ سمجھتے ہوئے پس پشت ڈال دینا۔ میں اس وقت بیٹھی ہوئی ہوں میرے سامنے بہت سی کتابیں ہیں میں جس چیز کو غیر ضروری سمجھ رہی ہوں اس کو میں نے اٹھا کر اپنے پیچھے رکھا ہوا ہے جس کو میں ضروری اور اہم سمجھ رہی ہوں وہ میرے آگے رکھی ہیں۔ آپ گھر کے اندر کیا کرتی ہیں جو چیزیں آپ کو اہم لگتی ہیں وہ اپنے پاس رکھتی ہیں باقی ساری چیزیں گیراج میں ڈال دیتی ہیں یا آپ کے پاس وہ ہوتا ہے سٹور میں تہہ خانہ میں کہیں بھی ڈال دیتی ہیں کہ یہ غیر ضروری ہیں اور جس کو بہت زیادہ غیر ضروری سمجھتی ہیں بالکل کام نہیں آنے والی اس کو پھینک دیتی ہیں کہاں پہ؟ کوڑا دان میں لپیٹ لپاٹ کر باندھ کر آپ کچھ بھی نہیں سوچتیں بس کہتی ہیں اٹھاؤ اور ان کو پھینک دو اور آپ جا کر اس کے اندر پھینک دیتی ہیں آپ سوچیں ذرا غور کریں وقت کا بادشاہ اس کے لشکری، اس کے درباری ،کیا شان و شوکت، کیا مال و دولت، کیا ہیرے جواہرات کیا کچھ نہیں تھا ان کے پاس لیکن اللہ رب العزت نے ان کو اٹھا کر پھینک دیا۔ کوڑے کرکٹ کی طرح ان کو سمندر میں پھینک دیا تو یہ تو تھا دنیا میں ان کا انجام **فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ** اللہ تعالیٰ کہتا ہے بس دیکھ ذرا نظر تو اٹھا ذرا تدبر تو کر کہ کیسا ہوا انجام **عَاقِبَةُ** کیسا ہوا انجام ظالموں کا جھٹلانے والوں کا آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں پھینک دیں گے کن کو ؟ ظالموں کو ، اللہ کاانکار کرنے والوں کو ، اللہ کے رسول کا انکار کرنے والوں کو، اللہ کی نشانیوں کا انکار کرنے والوں کو تیسری بات کہی

**آیت نمبر 41۔ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ**

**ترجمہ۔ ہم نے انہیں جہنم کی طرف دعوت دینے والے پیش رو بنا دیا اور قیامت کے روز وہ کہیں سے کوئی مدد نہ پا سکیں گے**

**وَجَعَلْنَاهُمْ** اور بنا دیا ہم نے ان کو **أَئِمَّةً** امام ہوتا ہے جیسے تو یہاں پہ کیا ہے؟ **أَئِمَّةً** استعمال کیا گیا ہے اور **أَئِمَّةً** کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ یہ لفظ آتا ہے پیشوا کے لئے کہ ہم نے ان کو پیشوا بنا دیا، پیش رو کیونکہ دنیا میں ظلم کی انہوں نے ایک مثال قائم کی، کبر کی ایک مثال قائم کی ،انکار پر ڈٹ جانے کی ایک مثال قائم کی ہے کہ ظلم یوں کیا جاتا ہے بڑی شان و شوکت کے ساتھ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے ظلم کرنے کی اور ظلم پر ڈٹے رہنے کی مثال قائم کی تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جب دنیا میں یہ

راستہ وہ لوگوں کو دکھا کر جا چکے ہیں ہم نے بھی ان کو بنا دیا ہے دعوت دینے والا ،لیڈر، پیش رو، امام اور وہ کریں گے کیا؟ **يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ** اب وہ بلاتے ہیں آگ کی طرف اب ہم نے انہیں جہنم کی طرف دعوت دینے والا پیش رو بنا دیا ہے دنیا میں وہ لوگ جو گناہوں میں آگے ہوتے ہیں گناہوں میں آگے بڑھ جاتے ہیں پھر وہ یہ مت سمجھیں کہ ان کو ایک عذاب ملے گا پھر ان کو لیڈروں کا عذاب ملے گا یعنی خود تو وہ بھٹکے ہی تھے "خود تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے " فرعون خود تو ڈوبا ہی تھا اس کے ساتھی بھی ڈوبے اور جہنم کی طرف بھی جب وہ جائے گا تو اکیلا تھوڑی جائے گا وہ اور اس کے تمام لوگ ان کا حال لیڈروں کی طرح کا ہوگا لیڈ وہ کر رہے ہوں گے اور لوگوں کو جہنم کی آگ کی طرف بلائیں گے اس کا مطلب کیا ہے گناہوں کے جو راستے دنیا میں لوگوں کو دکھا گئے گو کہ فرعون اور اس کے ساتھی جہنم میں جا چکے کیونکہ جہنم ان کو دکھائی جاتی ہے یا قبر بھی جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے اب ہوگا کیا کہ دنیا میں جو اس کے طور طریقے تھے جو اس کے گناہ تھے جو اس کے انداز تھے جو جو بھی فرعون بن کر اور اس کا ساتھی بن کر وہ گناہ اختیار کرے گا تو اس کے اسلاف (وارث) بھی ان کے نقشِ قدم پر چل کر پھر اسی منزل کو پا لیں گے اور وہ منزل کیا ہوگی کہ ان کو بھی جہنم کے اندر پھینکا جائے گا دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کر دے گا اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو نِیست و نابُود کر دے گا اللہ تعالیٰ پھر ان کو چھوڑے گا نہیں **ۖوَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ** اور قیامت کے دن ان کو کہیں سے مدد نہ مل سکے گی یہ چوتھی بات ہے دنیا میں ہوتا ہے کہ کوئی مدد کرتا ہے کوئی کام آتا ہے اور فرعون کے تو لاؤ لشکر بہت زیادہ تھے ہامان اور وہ سارے اس کی مدد کرتے تھے لیکن اب اللہ رب العزت کیا کہہ رہے ہیں کہ اب وہاں پہ اس کا کوئی کام آنے والا نہیں ہے پانچویں بات کہی

**آیت نمبر 42۔ وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۖوَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ**

**ترجمہ۔ ہم نے اِس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے روز وہ بڑی قباحت میں مبتلا ہوں گے**

**وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً** اور ہم نے دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اب آپ دیکھیں **وَأَتْبَعْنَاهُمْ** بڑا ہی سخت انداز ہے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہے **وَأَتْبَعْنَاهُمْ** پیروی کرنا اب اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ ہم پیروی کروا رہے ہیں اس بات کو **وَأَتْبَعْنَاهُمْ** ہم نے ان کے پیچھے لگا دی ہے یہ ماضی جمع متکلم کا صیغہ ہے اور "**هُمْ**" کی ضمیر آئی ہے فرعون، اس کے جنود ، ہامان اور جو بھی اس کے ساتھی تھے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے "**نا**" ضمیر استعمال کی ہے کہ ہم نے ان کے پیچھے لگا دی ہے اس دنیا میں بھی لعنت اس کا مطلب کیا ہے کہ اس دنیا میں فرعون لعنت زدہ ہے اور آپ دیکھ لیں دنیا کی آبادی میں زیادہ تر لوگ کون ہیں مسلمان ہیں یہودی ہیں سب کے سب متفقہ طور پر فرعون کو لعنت زدہ سمجھتے ہیں دنیا میں کوئی بھی فرعون کی عظمت کو ماننے والا نہیں ہے کیونکہ فرعون قدیم مشرکانہ تہذیب کا امام تھا مشرکانہ تہذیب میں فرعون کو بڑا اونچا مقام حاصل تھا لیکن اب وہ مشرکانہ تہذیب نہ صرف مصر سے بلکہ ساری دنیا سے ختم ہو گئی سارے لوگ ان کو لعنت زدہ سمجھتے ہیں اور چھٹی بات کیا ہے **ۖوَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ** اور قیامت کے دن وہ ہوں گے **الْمَقْبُوحِينَ** میں سے مقبوح کی جمع ہے **مَقْبُوحِينَ** اور یہ اسم مفعول ہے اس کے معنی ہوتے ہیں قبیح ایسی حالت جسے دیکھنے سے انسان کو نفرت ہو، بد حال، بڑا ہی برا حال، گویا کہ وہ چیز جو قولاً فعلاً اور شکلاً قبیح ہو اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بنی آخرت میں بھی ان کی بدحالی کا یہ

حال ہوگا کہ چہرے سیاہ آنکھیں نیلی آپ سوچیں کہ جیسے کوئی شکل بالکل ہی بگڑ جائے تو اس کے لئے **مَقْبُوح** کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو یہاں پر اللّٰہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ وہ جو دنیا میں اپنی لیڈری کے لئے لوگوں سے نعرے لگواتا تھا دنیا میں بھی پیچھے لعنت ہے آخرت میں بھی ذلیل و خوار ہیں سورت ھود میں آپ دیکھئے آیت نمبر 97 سے یہ مضمون شروع ہوتا ہے **إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۖ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ (97) يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ (98) وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ (99)** تو انہوں نے فرعون کی رائے کی پیروی کی اور فرعون کی رائے اچھی نہ تھی صائب(درست) نہ تھی وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور ان کو دوزخ کے گھاٹ پر اُتارے گا آپ **وِرد** کا مطلب پڑھ چکیں **وَارِد** پیاسا پانی کی تلاش میں اپنے لئے یا اپنے جانوروں کے لئے گھاٹ پر جائے تو اب وہ ہوگا کیا کہ دوزخ کے گھاٹ پر اُترے گا قیامت کے دن قوم کے آگے آگے **فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ** اور ان کو دوزخ کے گھاٹ پر اُتارے گا اور کیا ہی برا ہوگا یہ گھاٹ, دوزخ کا گھاٹ پیاس کی شدت میں دوزخ پر جا رہا ہے **وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ** اللّٰہ تعالیٰ کہتے ہیں اور کیا ہی برا ہوگا یہ گھاٹ اور اس پر آنے والے اور اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی اور کیا ہی برا ہوگا یہ صلہ جو کسی کو ملے گا **بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ** تو یہ ہے قرآن میں مختلف انداز میں بات پھر اس کے بعد اللّٰہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ یہ تو تھا ظالم کا انجام اب مظلوموں کو کیا انعام ملے گا جن پر ظلم ہوا ان کو اللّٰہ تعالیٰ کیا عطا کریں گے

**آیت نمبر 43۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ**

**ترجمہ۔ پچھلی نسلوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ کو کتاب عطا کی، لوگوں کے لئے بصیرتوں کا سامان بنا کر، تاکہ شاید لوگ سبق حاصل کریں**

**وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ** اور ہم نے عطا کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب **مِنْ بَعْدِ** اس کے بعد یعنی پچھلی نسلوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی **مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ** تو معنی کیا ہیں کہ جب ہم نے **الْقُرُونَ الْأُولَىٰ** کو ہلاک کر دیا تو اس کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی تو بتایا جارہا ہے کہ اللّٰہ رب العزت نے فرعون اور اس کی قوم کو تباہ کرنے کے بعد کیا کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی جو پسی ہوئی ذلیل و رسوا قوم تھی اور جو بدحال قوم تھی اللّٰہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو **الکتاب** عطا کی **الْقُرُونَ الْأُولَىٰ** بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد فرعون اس کی قوم کے لوگ ہیں۔ **مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ** سے بعض کہتے ہیں نہیں اس سے مراد قوم نوح، عاد و ثمود وغیرہ ہے کیونکہ ان کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی تھی اور تورات دینے کا مقصد کیا تھا **بَصَائِرَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ** لوگوں کے لئے بصیرتوں کا سامان بن کر **وَهُدًى** اور ہدایت بن کر **وَرَحْمَةً** اور رحمت بن کر **لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ** شاید کہ لوگ سبق حاصل کریں تو تمام نسلیں جنہوں نے انبیاء کی تعلیمات کا انکار کیا اللّٰہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کا انجام کیا ہوا؟ ویسا ہی جیسا کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کا ہوا تو اللّٰہ تعالیٰ نے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی اور کتاب عطا کرنے کا مقصد کیا تھا تاکہ انسانیت کا ایک نیا دور شروع ہو تاکہ نئی تہذیب شروع ہو تاکہ تعلیم وتمدن، روشنی، حق لوگوں کو اس کی پہچان ہو لوگ اس کو اختیار کریں اور پھر اللّٰہ کی رحمت کے مستحق بن جائیں تو تورات کو دینے کا مقصد بھی

کیا تھا **بَصَائِرَ** کہ بصیرت افروز نشانیاں ہیں لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور قرآن بھی اس لئے نازل کیا گیا ہے بار بار اللہ تعالیٰ قرآن کے بارے میں یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ قرآن دنیا میں انسانیت کی ہدایت کے لئے آیا اور جب قرآن **بَصَائِرَ** ہے تورات **بَصَائِرَ** ہے انسانوں کے لئے آیا تو لوگوں کے لئے مصیبت نہیں ہے ہدایت اور رحمت ہے مشقت اور پریشانی نہیں ہے تو خاص مہربانی ہے اللہ تعالیٰ کی تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ دنیا میں کیسے رہنا ہے **الہ** کون ہے زندگی کیسے بسر کی جائے تو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا کی اے اہل مکہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو قرآن عطا کیا اور مقصد کیا تھا کہ انسانیت کے اوپر اللہ کا احسان ہے ہدایت ہے اور خاص مہربانی ہے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو محسوس کریں اور پھر اللہ کے پسندیدہ بندے بن جائیں **لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ** اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں۔ اس ہدایت سے ،قرآن سے نصیحت حاصل کریں تو طالب حق کی اول چیز کیا ہوتی ہے کہ وہ بصیرت والا ہوتا ہے، فہم ہو اس کو پھر دوسری بات ہوتی ہے کہ وہ احکام کو قبول کرے اور وہ ہدایت ہے پھر تیسری چیز یہ ہوتی ہے کہ جب وہ ہدایت اور احکامات کو قبول کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو ثمر دیتا ہے ثمر کیا ہوتا ہے پھل نتیجہ اور وہ کیا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے قرآن کے احکامات یا جیسے ان کے لئے تورات کے احکامات ہیں وہ رحمت بن جاتے ہیں گویا کہ قرب، قبول یہ ان کے لئے رحمت بن جاتی ہے اور اسی طرح لوگ جب اللہ کو پہچان لیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ان کا ہو جاتا ہے پھر دنیا بھی ان کی اور آخرت بھی ان کی **لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ** شاید کہ وہ نصیحت قبول کر لیں شاید کہ وہ مان جائیں تو یہ بڑی خوبصورت بات ہے تو ان ساری باتوں سے ہمیں کیا چیز پتہ چلتی ہے کہ ہم سب بھی اللہ کے پسندیدہ بندے بنیں اللہ تعالیٰ کو راضی کریں اور آپ دیکھیں کہ جو پورا سبق ہے وہ میرے اور آپ کے لئے عملی زندگی کے کیا اصول بتاتا ہے کہ مسائل، مشکلات ،پریشانیاں، تکلیفیں جو ہیں ان کو مانگا بھی نہ کریں ان سے ڈرا بھی نہ کریں اللہ سے تعلق قائم کریں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح تو ہمارے تمام مسائل میں ہمارے لئے روشن مستقبل چھپا ہوا ہے خوف میں امن چھپا ہوا ہے ہر رات کے بعد ایک دن ہے اللہ ہمارے مسائل کو حل کر دے گا لیکن صبر ہونا چاہئے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا اور آپ دیکھیں ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں میں کبھی بھی شکوہ شکایت نہیں نظر آتی۔ لڑکیوں کےجانوروں کو پانی پلایا کوئی شکوہ شکایت نہیں ہے کہ کس مصیبت میں ہوں میں پہلے ہی تھکا ہارا بھوکا پیاسا مسافر اوپر سے میں تمہارے لئے کام کروں نا بھئی نا۔ ہم کیا کرتے ہیں تو ان کا کیسا خوبصورت انداز ہے ان کو چھوڑ کر درخت کے سائے میں بیٹھ کر پھر اللہ سے **رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ** **(24۔ سورت القصص)** پھر اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں پریشان حال ہیں اور فرعون کے درمیان ہیں پھر کہتے ہیں **ربِّ اشْرَحْ لي صَدري** **(25۔** سورت طٰہ) پھر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو میرا ساتھی بنا دے آپ مجھے کام کہہ رہے ہیں میں کرنا چاہتا ہوں کتنی خوبصورت ادائیں ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کیسا جلال ہے تو دوسری بات ہمیں پھر کیا پتہ چلتی ہے بہادر بنیں اور کام کیا کریں۔ کام کرنے کے لئے جو صفات ہونی چاہئے القوی الامین اس کو اپنے اندر پیدا کریں ترس کھانا چھوڑ دیں اپنے اوپر ترس کھانے کے دن چلے گئے یہ زندگی کے بہار کے دن ہیں اور بہار کے دن کون سے ہیں جوانی کے نہیں بہار کے دن وہ ہوتے جب نیکیاں کمائی جاتی ہیں وہی بہار کے دن ہوتے ہیں قرآن کے دن نیکیاں کمانے کے دن بہار کے دن ہیں اور میری بہنوں یہ بہار کے دن پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے دبے پاؤں آہٹ بھی نہیں ہوگی یہ گزر جائیں گے پتہ نہیں چلے گا تو کیا کریں محنت کریں مشقت کریں لوگوں سے آگے بڑھیں اور قرآن کو ایسے پڑھیں کہ پوری رات گزر جائے اور احساس بھی نہ ہو نیند کا اور تھکن کا۔ دن بھر نیکی ایسے کریں جیسے ہم دیوانے ہیں برف ہے اور

آندھی ہے برف کا موسم ہے اور اتنے میٹر برف اور اتنے سینٹی میٹر ہے جو بھی ہے اب کچھ بھی نہیں کرنا کیا کریں اور آپ دیکھیں ہمارے اندر شکوے شکایتیں زیادہ پائی جاتی ہیں۔ ہر دن گزر جاتا ہے صبح سے لے کے رات تک آپ اپنا جائزہ لیا کریں کہ آج کتنی دفعہ میں نے کتنی شکایتیں کی اور کتنی دفعہ ایک ہی بات کو ہم دہراتے ہیں مثلا برف بہت زیادہ ہے ایک کہتا ہے برف بہت زیادہ ہے دوسرے کہتے ہیں ہاں بہت زیادہ ہے ایک کہتا ہے اتنے میٹر گرے گی دوسرے کہتے ہیں اس سے بھی زیادہ گرے گی وہ تو جمعہ چھوڑو اتوار کا بھی بتا دیا پورے ہفتے کا جو میں نے سنا موسم تو پھر تو کچھ اور کر ہی نہیں سکتے اور پھر کوئی کہتا ہے پورا موسم جو اپریل مئی تک چلے گا بس اب تو اندر بیٹھ جاؤ کچھ بھی نہیں کر سکتے بیکار ہو کر رہ گئے کچھ لوگ تو کہتے ہیں بغیر کار کے ہم کچھ نہیں کر سکتے اور کچھ لوگ کہتے ہیں بس برفباری میں ہم بیکار ہو گئے تو ایک بات یاد رکھیں دنیا میں ایسے دیوانے بھی ہیں وہ کہتے ہیں یہ دن سب سے اچھے دن ہیں اللہ سے تعلق بنانے کے اب تو خلوت ہے اور خلوت میں جلوت ہے اب اللہ سے تعلق قائم کرنے کے دن ہیں اگر ملنا ملانا برف کی وجہ سے کم ہے جس میں ہم کمی کوئی نہیں کرتے تو اب ہم نے کرنا کیا ہے اللہ سے تعلق بنانا ہے قرآن حفظ کرنا ہے قرآن کو یاد کرنا ہے ادب پڑھنا ہے اور حدیثیں یاد کرنی ہیں میرے اندر جتنی کمیاں ہیں ان کو میں نے سنوارنا ہے اپنا تزکیہ ، اپنا محاسبہ اپنا، جائزہ مراقبے میں جاتے ہیں جائزہ لیتے ہیں اور پھر نیک بن جاتے ہیں اور یہ چھوٹے دن ہیں نا ہم میں سے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں اتنے چھوٹے دن ہیں کچھ کر ہی نہیں سکتے سارا وقت یہی کہتے رہتے ہیں اور کچھ لوگ ان دنوں میں مسلسل روزے رکھ رہے ہیں کہ چھوٹے دنوں میں تو دن گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ اور کسی نے یہ بات سامنے رکھی کہ بھئ اتنا چھوٹا دن ہے تو روزہ رکھنا چاہئے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کیونکہ میں نے اپنے ایک ساتھی کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ ان دنوں روزہ رکھنا چاہئے اور راتوں کواتنی لمبی راتیں عبادت کرنے کی ہیں تو کیوں نہ ہم یہ کام کریں ؟ تو آپ دیکھیں کہ ہر شخص توانا ہے۔ کچھ لوگ شکوہ شکایتیں کرنے میں تیز ہیں، کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح دوسروں کی مدد کرنے میں قوی ہیں ، کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تو میں اور آپ بھی ضرور اپنا جائزہ لیں۔ کتنے شکوے کرتے ہیں میں اور آپ ایک بات یاد رکھیں آپ جتنی زیادہ دفعہ کہیں گی کہ برف زیادہ ہے تو برف کم نہیں ہو جائے گی۔ آپ زیادہ کہیں گی کہ میاں کی نوکری نہیں ہے تو پھر کیا ہوگا؟ آپ زیادہ کہیں گی کہ بچے بہت ستاتے ہیں تو کیا ان کا ستانا کم ہو جائے گا؟ آپ زیادہ حالات کا شکار ہوں گی، پریشان ہوں گی اور غصے میں آئیں گی جیسے ایک میری بہن پچھلے دنوں دو چار دن پہلے مجھے کہنے لگی حالات بڑے گھر کے خراب ہیں اس وجہ سے مجھے غصہ بہت زیادہ آنے لگا ہے حالات ہوں خراب اور غصہ آنے لگے زیادہ تو کیا پھر حالات سنور جائیں گے؟ کیا حالات بدل جائیں گے؟ نہیں پھر تو اور خراب ہوں گے غصے میں تو انسان پاگل ہو جاتا ہے پتہ ہی نہیں چلتا پھر کیا کرنا چاہئے؟ اب آپ دیکھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر بھی کسی کے حالات خراب تھے۔ حواس کو قابو میں رکھ کر قدم قدم پر اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں اصحاب کہف پریشان تھے؟ اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں **وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا (10۔** سورت الکہف**)** تو اصل بات پھر کیا پتہ چلی کہ ہمیں شکوے شکایتیں نہیں کرنی اچھا آپ کا کام ہے کہ جائزہ لیں پورے ایک مہینے کا کہ میں نے ایک مہینے میں کتنے شکوے شکایتیں کیں یعنی جو میرے مسائل تھےان پر میرا مثبت رویہ تھا یا اس کی بجائے فون اٹھایا تو میں مر رہی ہوں امی سے بات کی تو امی میں لٹ گئی شوہر سے بات ہوئی کیا کروں بڑی پریشان حال ہوں دوستوں سے بات ہوئی او بھئی میں بڑی مشکل میں ہوں اور بعض اوقات ہمارے دوست ہم سے زیادہ مشکل میں ہوتے ہیں لیکن ہوتے وہ بی بی آسیہ کی طرح ہیں ہوتے وہ بی بی حاجرہ کی طرح ہیں ہوتے وہ بی بی مریم کی طرح ہیں بی بی فاطمہ کی طرح ہوتے ہیں بی بی خدیجہ کی

طرح ہوتے ہیں توپھر جنت کی سرداری۔ کیا جنت ایسے ہی مل جائے گی رو رو کر شکوے کر کر کے نہیں اب مدبر بن جائیے اب صابر بن جائیے اب شاکر بن جائیے اب جنتی بننے کی تیاری کیجیے اس میں میں بھی شامل ہوں اور آپ بھی شامل ہیں میں یہ نہیں کہہ رہی کہ ہم کسی سے مسئلہ بیان نہیں کر سکتے ہم اپنا مسئلہ اپنی پریشانی، اپنی تکلیف مناسب اور اچھے انداز میں نپے تلے الفاظ میں اپنے دوست بہن بھائیوں سے کہہ کر دعاؤں کی درخواست کر سکتے ہیں لیکن ایک چیز حاوی ہو جائے مثلا آپ دیکھیں میں اکثر اس بات پر سوچتی ہوں یہاں کے موسم میں گرمی کیا ہوگی لوگ کہتے ہیں اف اف گرمی اور اس کے بعد پھر کیا کریں گے ابھی گرمی ہوتی بھی نہیں ہے اے سی کے اندر بیٹھے ہوتے ہیں اے سی تھوڑا سا کم ہے اب دوپٹہ لے کے ہلانا شروع کر دیا اور پھر کاغذ یا کتاب یا قرآن ہی کا جز ہے وہی پکڑ کے اس کو ہلانا شروع کر دیا بڑی گرمی ہے مارے گئے پھر دوسرا اس سے زیادہ زور سے ہلاتا ہے تیسرا اس سے زیادہ زور کے ساتھ کہتے ہیں پڑھیں کیسے گرمی اتنی زیادہ ہے تو اس کا کیا مطلب ہے اتنا اظہار کرنا چاہئے جتنی کہ چیز ہے اور دوسروں کو دیکھیں کہ دوسرے ہم سے زیادہ مشکل اور پریشان ہیں تو مہینے بھر کا جائزہ لینا ہے کہ میرے اندر ناشکری اور بے صبری کتنی پائی جاتی ہے تو شکوہ شکایت نہیں کیا جاتا اور اس کے ساتھ ایک اور اہم اصول ہمیں آج کے سبق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ میں اور آپ کیا کریں کہ اس بات کو یاد رکھیں کہ ہمیں اللّٰہ کے بندوں تک اللّٰہ کا پیغام پہنچانا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں اگر گرہ تھی اگر وہ اپنے آپ کو کمزور سمجھ رہے ہیں اگر وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ فرعون کا اور اس کے لشکروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے نا نہیں کرتے لیکن اس کے شایان شان تیاری کرتے ہیں تیاری کرنے کے لئے اللّٰہ سے درخواست کرتے ہیں اور پھر جا کے فرعون کے دربار میں کھڑے ہو جاتے ہیں تو ہمیں بھی تیاری کرنی چاہئے پھر جیسے آپ میں سے کسی نے کہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین گئے تھے اللّٰہ نے ان سے کام لینا تھا اور اللّٰہ نے ہمیں یہاں بھیج دیا اللّٰہ نے ہم سے بھی کوئی کام لینا ہوگا لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم یہاں پر آگئے اور پھر ڈالروں کے ہی ہوگئے۔ نہیں اگر ہم یہاں جس بھی مقصد کے لئے آئے تھے تو ہمیں کیا کرنا ہے یہاں پہ اب اپنی نیت کو ٹھیک کرنا ہے اور پھر کیا کرنا ہے تیاری کرنی ہے دعویٰ کے لئے اور ویسے ماشاءاللّٰہ یہاں پہ بھی بہت اچھی کوششیں ہو رہی ہیں اور بہت لوگ ہیں جن کو دین کا شعور وہاں پاکستان میں نہیں ملا یہاں آکے ملا تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے ساری زمین اللّٰہ کی ہے ہر جگہ خدائی اللّٰہ کی ہے تو ہم کیا کریں اللّٰہ کی زمین پر اللّٰہ کے دین کو قائم کریں اس کو غالب کریں اور اس کے لئے محنت اور کوشش کریں اللّٰہ تعالیٰ مجھ سے اور آپ سے وہ کام لے لے جو اپنے پسندیدہ بندوں سے لیا کرتا ہے مجھ سے اور آپ سے اور سب مسلمانوں سے ہم سب سے راضی ہو جائے اور ہمیں بندگی کا حق ادا کرنے والا بنائے بہترین مسلمان بنائے اور مرتے دم پہ جب مر رہے ہوں تو کلمہ نصیب کرے کیونکہ کبھی میں اور آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم بڑا کام کر رہے ہیں ہم بڑا پڑھ پڑھا رہے ہیں باقی لوگ نہیں کر رہے کیا پتہ جو بعد میں پڑھنا شروع کرے اور آگے نکل جائے اور کیا پتہ کہ مرتے وقت کیا حال ہو ہر وقت ڈرنا چاہئے ہر وقت کانپنا چاہئے کہ اللّٰہ تعالیٰ مرتے دم تک نیکی پر قائم رکھنا۔ **رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً** (8۔ سورت آل عمران ) آمین تو اس کے ساتھ ہی ہم آج کے سبق کو ختم کرتے ہیں۔

**سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ نَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ**